جناب رسول بخش پلیجو

دوسری سرد جنگ جاری ہے

۲۷ مارچ کو روزنامہ "جنگ" میں میرا ایک کالم شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا "امریکی یورپی شہنشاہیت دنیا کو پھر فتح کر رہی ہے۔" اب ایک مقامی انگریزی اخبار کے ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں شائع شدہ ایک خبر کے مطابق ملائشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد نے کسی ملک کا نام لیے بغیر کہا ہے کہ دنیا کے دولت مند ممالک کی طرف سے ان کے سابق غلام ملکوں کو پھر سے غلام بنانے کی مہم کا نیا سامراجی دور شروع ہو رہا ہے۔ چنانچہ یہ ممالک اپنی دولت کو استعمال کر کے پھر سے ہمیں غلام بنانا چاہتے ہیں۔ ملائشیا کے شمالی جزیرے لانگ کلاوے میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرضے کے ضرورت مند ملکوں کو قرضہ دینے والوں کی مرضی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنے کے لیے اقتصادی قوت کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ قوتیں حاسد ہیں اور کوئی ترقی پذیر ممالک اگر کچھ ترقی کرتے ہیں تو وہ ان سے جلتے ہیں۔ ان کو حسد ہے کہ ملائشیا نے اتنی تیزی سے ترقی کیوں کی ہے اور یہاں سب کو روزگار کیوں مل رہا ہے؟ وہ چاہتے ہیں کہ اس کو پھر کنگال بنا دیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے سازش کر کے سٹے بازی کے ذریعے ہمارے سکے رنگٹ کی قیمت گرائی ہے۔ یہ کمزوروں کو دبانے اور عالمی ڈکٹیٹر شپ نافذ کرنے کا طریقہ ہے۔ انہوں نے امریکی کھرب پتی سٹے باز جارج سوروس پر الزام لگایا کہ اس نے مجرمانہ سازش کر کے سکوں کی سٹے بازی کر کے جنوب مشرقی ایشیا ممالک کے سکوں کے دام گرائے ہیں اور ملائشیا کی معیشت جو ۸ فیصد سالانہ کی شرح سے بڑھ رہی تھی، اس کو تباہ کرنے کے لیے ملائشیائی سکے کی قیمت گزشتہ تین ماہ میں ۳۰ فیصد گرا دی گئی ہے اور ملائشیا کے اسٹاک کی قیمتوں کو بھاری ضرب لگائی ہے۔ مہاتیر نے کہا ہے کہ ہمیں اس طوفان سے باہر نکلنا ہے۔ اس نے تاجروں سے کہا کہ وہ چیزوں کی قیمتیں نہ بڑھائیں اور کارخانے داروں کو کہا کہ وہ مزدوروں کو نہ نکالیں۔ مہاتیر نے اعلان کیا کہ ان شاء اللہ ہم جدید دور کی اس غلامی کے طوق کو اپنی گردنوں سے جلد از جلد اتار پھینکیں گے۔

مغربی سرمایہ دار میڈیا کے جادو بیان افسانہ طرازوں نے ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے زوال کے سلسلہ میں جو الف لیلوی کہانیاں گھڑ کر ایک جہان کو مسحور کر رکھا ہے' ان میں سے ایک مقبول عام طوطا کہانی یہ ہے کہ سرد جنگ ختم ہو گئی' سوویت یونین نے خواہ مخواہ دنیا میں شور شرابہ اور دنگا فساد قائم کر رکھا تھا' اب اس کے خاتمے کے بعد دنیا سے عالمی سرمایہ داری کی چھاؤں تلے ایک پر امن عالمی بھائی چارہ قائم ہو گیا ہے۔

اب دنیا کے اندر بڑے اور چھوٹے' طاقتور اور کمزور کے درمیان کوئی ٹکر' کوئی مقابلہ' کوئی لڑائی نہیں' سب برابر ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

بدقسمتی سے یہ سب کہنے کی باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ حقیقت حال کچھ اور ہے۔

ہیں کواکب کچھ' نظر آتے ہیں کچھ

گزشتہ چھ برس کی تاریخ ہمیں بتلاتی ہے غریب اور دولت مند' کمزور اور طاقت ور قوتوں کے درمیان سرد جنگ بالکل بھی ختم نہیں ہوئی ہے' اس کی صرف ایک صورت ختم ہوئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک قسم اور سطح کی سرد جنگ ختم ہوئی ہے اور اس کی جگہ دوسری قسم اور سطح کی سرد جنگ نے لے لی ہے بلکہ اسی طرح جس طرح پہلی جنگ عظیم کے بعد دوسری جنگ عظیم بپا ہوئی۔

انگریز کہتے ہیں۔ The King is dead, Long live the King "بادشاہ سلامت فوت ہو گئے' بادشاہ سلامت زندہ باد) مطلب یہ کہ ایک بادشاہ کے فوت ہوتے ہی اس کی جگہ پر دوسرا بادشاہ ہو گیا۔

بالکل اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ پہلی سرد جنگ کے ختم ہوتے ہی دوسری سرد جنگ شروع ہو گئی اور چل رہی ہے۔ البتہ پہلی اور دوسری سرد جنگوں کی نوعیت اور سطح میں بڑا فرق ہے۔ پہلی سرد جنگ دو برابر کی منظم قوتوں اور دو نظاموں کے درمیان سرد جنگ تھی۔ موجودہ دوسری سرد جنگ ایک طرف پہلے سے دس گنا طاقتور عالمی سرمایہ دار سامراجی قوت اور

دوسری طرف زیادہ تر تیسری دنیا کے غیر منظم، بے قیادت اور منتشر ملکوں کے درمیان سرد جنگ ہے۔ گویا ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ ہے۔ دوسرے یہ سرد جنگ بنیادی طور پر ایک ہی سماجی نظام یعنی سرمایہ دارانہ نظام کے حامیوں کے درمیان لڑی جا رہی ہے۔ البتہ یہ سرد جنگ آہستہ آہستہ پھیل کر زور پکڑ رہی ہے اور پہلی سرد جنگ کی طرح کہیں کہیں مقامی یا علاقائی گرم جنگ کی صورت بھی اختیار کر لیتی ہے۔

کویت والے معرکے کے بعد ایک طرف امریکی ایٹمی بحری بیڑہ نمبر ۲ ایک بار پھر گلف میں آگیا ہے تو دوسری طرف ایرانی بحری فوج بھی گلف میں داخل ہو گئی ہے۔ کئی برسوں سے امریکی ناکہ بندی کیوبا، لیبیا اور شمالی کوریا کا گلا گھونٹ رہی ہے حتیٰ کہ انسانی حقوق کے عالمی علمبردار ان ممالک کے بچوں کے لیے خوراک اور دوائیں بھی آنے نہیں دیتے۔ عراق اور شمالی کوریا کے لاکھوں بچے بھوک اور بیماری کی وجہ سے سسک سسک کر دم توڑ رہے ہیں۔ اسرائیل نے امریکی پشت پناہی میں اپنی غارت گری سے فلسطینیوں اور دوسرے عربوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ افغانستان پر سعودی عرب اور اس کے سرپرست اعلیٰ امریکا کا حمایت یافتہ اور ایران مخالف بزعم خود "اسلامی" اقتدار مسلط کرتے کرتے اس ملک کے تباہ حال مظلوم عوام کی جو درگت بنی ہے وہ آج کی تاریخ کا ایک بڑے سے بڑا المیہ بن چکا ہے۔ جاپان کے ساتھ امریکہ نے ایک نیا فوجی معاہدہ کر لیا ہے جس کی رو سے اگر امریکہ ایشیائی ملکوں کے خلاف کوئی فوجی کارروائی کرتا ہے تو جاپان کے امن معاہدے کے برعکس جاپان پہلی بار اس جنگ میں امریکہ کی حمایت میں اہم حصہ لے کر اس کو زبردست تقویت دے گا۔

اس کے باوجود اس وقت سرد جنگ کا محور فوجی سے بھی زیادہ اقتصادی میدان ہے۔ عالمی بینک اور عالمی مالی فنڈ والے مغربی سامراجی ادارے ساری دنیا کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ وہ جس ایشیائی ملک کا چاہتے ہیں حقہ پانی بند کر رہے ہیں۔ چین اور ہندوستان جیسے ایک دو ممالک کو چھوڑ کر وہ عملاً باقی ساری تیسری دنیا پر مغربی سامراج کی طرف سے نادری حکم چلا رہے ہیں۔

تیسری دنیا کے غریب اور بے سہارا ملکوں کی بے روزگاری، غربت اور افلاس کا فائدہ اٹھا کر وہاں معمولی چیزوں کے کارخانے لگا کر، غریبوں کا خون نچوڑ کر، ان کو چونی ہاتھ میں تھما کر، دولت کا گویا ایک مسلسل سیلابی کیفیت والا امڈتا ہوا دریا اپنی طرف بہا کر لے جا رہے ہیں تو دوسری طرف اگر ان ممالک میں سے کوئی اقتصادی یا سیاسی طور پر سر اٹھانے کی

کوشش کرتا ہے تو اس کے خلاف سازش کر کے اس کا تیا پانچہ کر دیا جاتا ہے۔

جنوبی مشرقی ایشیا کے ٹائیگر معیشتوں کی دنیا میں بڑی دھومیں مچائی ہوئی تھیں۔ پہلا ٹائیگر جاپان تھا جس کو اس کے اپنے قدرتی وسائل نہ ہونے کے باوجود امریکہ اور یورپ نے روس اور چین کے خلاف سرد جنگ کے آلہ کار کے طور پر بے پناہ دولت لگا کر گویا بٹن دبا کر ایک جنگ کی تباہ کی ہوئی بلی سے راتوں رات شیر بنا لیا تھا لیکن جونہی اس نے سر اٹھایا اس کے خلاف مغربی واویلا شروع ہو گیا اور شیر تیار کرنے کی سامراجی فیکٹری نے ۱۹۶۵ء میں مغربی کالونیوں ہانگ کانگ، تائیوان، سنگاپور اور مغربی کوریا کو شیر بنانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد انڈونیشیا، ملائشیا، فلپائن اور تھائی لینڈ کو شیروں میں ڈھالا گیا مگر ساتھ ساتھ ان کے دانت بھی توڑے جاتے رہے کہ کہیں مغربی مالکوں پر غرانا نہ شروع کر دیں اور اب ایسا نظر آتا ہے کہ ایک موڑ پر لا کر ان کو اچانک شیر سے پھر بلی کی صورت لانے کی کاروائی شروع کر دی گئی ہے۔ چنانچہ جاپان، تھائی لینڈ، فلپائن، انڈونیشیا اور ملائشیا کی اقتصادی حالت ناگفتہ بہ ہوتی جا رہی ہے۔

جاپان کی معیشت پہلے سے تقریباً ۳ فیصد کم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کے اسٹاک مارکیٹ گر رہے ہیں۔ چھانٹیاں عام ہو چکی ہیں۔ جاپانی سکے ین کی قیمت ڈالر کے مقابلے میں بری طرح گھٹ گئی ہے۔ پہلے ایک ڈالر ۸۷ ین میں ملتا تھا اب ۱۲۰ میں ملتا ہے۔ اب امریکہ کا اس پر یہ دباؤ اور بھی بڑھ رہا ہے کہ وہ جتنے داموں کی چیزیں باہر بھیجتا ہے اتنے ہی داموں کی چیزیں باہر سے منگائے۔ اس بات کے بڑے چرچے ہیں کہ جاپان عنقریب اپنی معیشت کے سارے دروازے مغربی کمپنیوں کے لیے کھولنے والا ہے۔ اس عمل کو اقتصادی "بڑے دھماکے" Big bang کا نام دیا جا رہا ہے۔ انڈونیشیا، تھائی لینڈ، فلپائن اور ملائشیا میں مقامی اسٹاک مارکیٹوں میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔ ان کے سکوں کی قیمت گھٹائی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے باہر کے سرمایہ لگانے والے لوگ اپنا ہاتھ کھینچ رہے ہیں۔

گزشتہ سال تھائی لینڈ اور ملائشیا کے مرکزی بینکوں نے اپنے سکوں کی قیمت کو بحال رکھنے کے لیے اربوں روپے پھونک ڈالے لیکن حالات بہتر نہیں ہو سکے۔ انڈونیشیا نے دو تین ہفتے پہلے یہ فیصلہ کیا ہے کہ باہر کے سرمایہ کاروں کے متعلق قوانین میں اور زیادہ نرمی کی جائے گی۔

تھائی لینڈ نے غیر ملکیوں کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ تھائی کارخانوں میں ۴۹ فیصد

تک ملکیتوں کا حق خرید سکیں۔ اب انہوں نے یہ اجازت دے ڈالی ہے کہ غیر ملکی ۵ سال تک کسی تھائی ملکیت کا ۵۰ فیصد سے بھی زیادہ حصہ خرید سکتے ہیں۔ آئی ایم ایف کے ایک غیر ملکی بینک نے کہا ہے کہ اگر ایشیائی حکومتیں چاہتی ہیں کہ غیر ملکی ان کے ملک میں سرمایہ لگائیں تو انہیں یہ قانون یکسر ختم کرنا پڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ غیر ملکی کمپنیاں اگر چاہیں تو سارا ملک ہی خرید کر کسی اور کو بیچ ڈالیں اس پر کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ ٹائیگروں کی کرامت میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے کے بعد کچھ عرصہ سے مغربی اقتصادی ماہرین نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ ان کی ساری ترقی محض دکھاوے کی اور عارضی ہے۔

۱۹۹۴ء میں بھی شہرہ آفاق امریکی اقتصادی ادارے کے اقتصادی ماہر پال کروگ مین نے ایک مقالے میں لکھا تھا کہ جنوب مشرقی ایشیا کو زبردستی طاقت کی دوائیاں کھلا کر مصنوعی طور پر طاقتور بنایا گیا ہے۔ (مغرب) نے اس میں حد سے زیادہ سرمایہ لگایا ہے لیکن لوگ سمجھتے ہیں کہ وہاں کے (سرمایہ داروں) نے کوئی مہان اقتصادی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ۶۰-۱۹۵۰ء میں سوویت یونین نے بھی حد سے زیادہ سرمایہ کاری کر کے بہت جلد بڑے نتائج حاصل کیے تھے لیکن پیداواری اور انتظامی عمل میں کوئی حقیقی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ کروگ مین کا کہنا ہے کہ جنوب مشرقی ایشیا میں جو (مغرب کی) رقم لگائی گئی تھی اس میں سے معیشت میں مطلوبہ پیداواری اضافہ نہیں ہوا تھا اور لوگوں کے زندگی کے معیار نہیں بڑھے تھے۔ مغربی طاقتوں کی ان کارستانیوں کے خلاف علاقے کے ملکوں کے عوام میں بے چینی ہے مگر جیسے سندھی میں کہتے ہیں "چور کی ماں مٹکے میں منہ چھپا کر روتی ہے" وہ ملکوں کے سامراج پرست حکمران ٹولے کو کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔

مہاتیر محمد کی بات البتہ اور ہے۔ وہ شروع سے ہی صاف گو، صاحب تدبر اور دلیر رہنما ہیں۔ جو کچھ جنوب مشرقی ایشیا کے اور راہنماؤں میں سے کچھ شاید کہنا چاہتے ہوں لیکن نہیں کہہ سکتے، وہ مہاتیر محمد کہہ دیتا ہے اور اپنی بات پر ثابت قدم بھی رہتا ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۲ اکتوبر ۹۷ء)